JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 15, Issue: 01, October –December 2021

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے سیاسی افکار کا جائزہ

A Review of Political Philosophy of Syed Abul A’ala Maududi

*Prof. Dr. Samar Sultana**
Chairperson, Department of Political Science, University of Karachi, Karachi.

*Syed Asim Ali**
Ph.D. Scholar, Department of Political Science, University of Karachi, Karachi.

Abstract

This objective of this article is to discuss in brief the Political philosophy of Syed Abul A’ala Maududi (1903-1979) and to understand his views regarding contemporary Muslim world’s problems & politics. Maududi is among the most influential thinkers of the 20th century who deeply impressed the Muslim youths globally and rebuilt their confidence in Islam and prevented them from being swept away in the flood of non-Islamic ideas and motivated them to become a part of the revival movements. His commentary "Tafheem-ul-Quran" is among the popular commentaries of current era. He also played a very important role in Pakistani politics and was a strong voice for islamization and democratic freedoms. He revived the Qur’anic idea of "Eqamat e deen", better known as "Political Islam" in the western world. His thought is based on this ideology. However, he believes in peaceful struggle and never supported violence or terrorism for his cause.

***Keywords:** Maududi, Political Islam, Eqamat-e-deen, Islamic revival movements, Islamic State, Democracy, Khilafat, Jihad, Terrorism, Tafheem-ul-Qur’an.*

تعارف

سید ابوالاعلیٰ مودودی عصر حاضر کے مسلم مفکرین میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ وہ مفسرِ قرآن، مذہبی مصلح، مفکر، مصنف، اور ایک سیاسی رہنما ہیں۔ ان کا خاص حوالہ ان کا نظریہ اقامت دین یا حکومتِ الٰہیہ ہے۔ وہ اسلام کو ایک عالم گیر نظریے اور تحریک کے طور پر پیش کرتے ہیں اور دین و دنیا کی یکجائی کے قائل ہیں اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو امتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی قرار دیتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے دنیا کی موجودہ اسلامی تحریکوں میں نمایاں مقام رکھنے والی جماعت، جماعت اسلامی قائم کی۔ قیام

پاکستان سے قبل، سید مودودی عملی سیاست میں حصہ لینے سے مجتنب رہے اور اس کے بجائے انہوں نے نظریاتی کام پر زور دیا اور اپنے خیالات سے مسلم آبادی کی فہیم اقلیت کو متاثر کیا۔ قیام پاکستان کے بعد، "جماعت اسلامی" نے ملک کی عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور بہت جلد پر جوش عوامی مہمات کے ذریعے اس نے ملک کی سیاست میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ جماعت اسلامی کے سربراہ کی حیثیت سے، سید مودودی نے نومولود ملک کی نظریاتی حدود کے تعین اور حفاظت کے لئے سرگرم کردار ادا کیا اور وہ نوزائدہ مملکت میں نفاذِ اسلام کے مسلم لیگ کے وعدے ہمیشہ اسے یاد دلاتے رہے۔ 1979ء میں انھیں پہلا شاہ فیصل انعام ملا، جو اسلام کی خدمت کے لئے مسلم دنیا کا سب سے بڑا ایوارڈ ہے۔ اسلام کے احیاء سے متعلق ان کے افکار اور نظریات کا اثر نہ صرف برصغیر بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر پڑا اور اس طرح انہوں نے پوری دنیا میں مسلم احیائی تحریکوں پر گہرا اثر ڈالا۔ مستشرقین اور مغربی سیاسی فلسفی انہیں "سیاسی اسلام" کے بانیوں میں سے ایک سمجھتے ہیں جبکہ بعض لوگ دہشت گردی اور مسلم انتہا پسندی کو ان کے افکار سے منسوب کرتے ہیں۔ 11/9 واقعہ کے بعد، سید مودودی کی تعلیمات، فکر اور خاص طور پر سیاسی کام پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے۔اس سلسلے میں مغرب میں بھی کافی تحقیقی کام ہوا ہے۔ ان کی شخصیت کے بارے میں تحقیقی مضامین پاکستان سے بہت دور اور ان مصنفین کے ذریعہ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں سے شائع ہوئے ہیں جن کو براہ راست ان کے معاشرتی اور سیاسی ماحول کے اثرات کا مشاہدہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس پس منظر میں یہ ضروری ہے کہ سید مودودی کے حقیقی افکار اور ان کے کام کا جائزہ ان کے اصل ماحول میں رہ کر لیا جائے۔اس سے سیاسی، علمی اور اسلامی تحریکوں میں سید مودودی کی شراکت کی اصل نوعیت کی تفہیم میں آسانی ہو گی۔

ابتدائیہ

ہیگل کے جدلیاتی مادیت کے نکتہ نظر سے دیکھیں تو ہر دور میں ایک نظریہ ایسا سامنے آتا ہے جو اس دور کے فکری مسائل کا جامع حل پیش کرتا ہے ۔ الہامی روایت میں اس نظریے کے بنیادی خدوخال طے شدہ ہیں تاہم عصری تقاضوں کی تکمیل کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اجتہاد امت کی زندگی کا ثبوت ہے۔ مجتہدین نے ہر دور میں وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ملت کے امراض کی درست تشخیص کی اور بعض کو کارِ اصلاح میں سرگرم ہونے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ سلسلہ تاریخ کے ہر دور میں جاری رہا ہے ۔امت کے ادبار کے زمانے میں یہ کام سست روی کا شکار رہا تاہم اس عمل کا انقطاع کبھی بھی نہ ہونے پایا۔ ہر دور میں ایسے افراد کے نام سامنے آتے رہے جنہوں نے امت کے عملی وفکری مسائل کے حل کی چارہ سازی کی۔

امت مسلمہ کے تناظر میں بگاڑ کے اسباب کا جائزہ لیں تو دو بنیادی چیزیں نظر آتی ہیں۔ بسا اوقات خرابی بنیادی نظریے کو ترک کر دینے کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی بگاڑ جامد روایت پسندی کے نتیجے میں رونما ہوتا ہے ۔ایک مصلح کے لیے ضروری ہے کہ بگاڑ کے اسباب اور علاج پر اس کی گہری نگاہ ہو۔ جذباتیت، مصلحت پسندی اور عافیت کوشی کا کارِ اصلاح میں گزر نہیں۔ بیگانوں سے زیادہ اپنوں کی ملامت سہنی پڑتی ہے ۔ جمود کے عادی اور بگاڑ سے منفعت کیش اس کے سب سے بڑے مخالف ہوتے ہیں۔ان کے لیے تنقید کے نشتر کی چوٹ برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ عالم دین، مفسر، مفکر، دانش ور اور قائد تھے۔آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے معروف امریکی نژاد نو مسلمہ اور "سیاسی اسلام" کے حوالے سے اہم مصنفہ مریم جمیلہ (1934ء-2012ء) سید مودودیؒ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

> " مولانا مودودی نے دعوت اسلامی کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ کیفیت اور کمیت دونوں دونوں اعتبار سے گرانبہا ہیں تاہم اس باب میں وہ اپنے بہت سے پیشرؤوں سے سبقت لے گئے ہیں۔انہیں ناصرف علوم اسلامی پر مکمل عبور حاصل ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ جدید دنیوی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں"۔(1)

سید مودودی کے ہاں زندگی ایک کُل کے طور پر ہے اور اس سے متعلق ہر انفرادی و اجتماعی شعبہ "دین" کا جز ہے۔وہ انفرادی عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ نظمِ اجتماعی کی تدبیر و تنظیم کی اہمیت کے پرزور مبلغ ہیں اور دین و دنیا کی تفریق کے شدت سے منکر ہیں۔ان کے ہاں سیاست دین سے خارج نہیں بلکہ دین کا اہم ترین حصہ ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے مذہبی اور سیاسی افکار باہم بے حد مربوط ہیں اور ان کی تفریق کوئی آسان امر نہیں ہے۔

معروف دانشور عبدالکریم عابد سید مودودی کی سیاسی اور دینی فکر کے حوالے سے کہتے ہیں:

> " مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سیاسیات اور اخلاقیات کے باہمی تعلق اور اس کی اسلامی نقطہ نظر سے اہمیت کو واضح کیا۔ورنہ ایک طرف وہ لوگ تھے جو سمجھتے تھے کہ سیاست مادہ پرستانہ چیز ہے جس میں اخلاقی حدود کا ایک خاص حد سے زیادہ سوال پیدا نہیں ہوتا اور جنگ اور عشق کی طرح سیاست میں بھی سب کچھ جائز ہے۔دوسری طرف ارباب مذہب تھے جو سمجھتے تھے کہ سیاست گندی چیز ہے اور دین و اخلاق کے حامل لوگوں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہیے اور سیاست سے دور رہنا چاہیے۔مولانا نے ان دونوں گروہوں کے نقطہ نظر کو مسترد کیا اور بتایا کہ دین کا اصل مقصد و منشاہی یہ ہے کہ دنیا پر اعلی اخلاقی اقدار کی حکم رانی ہو اور اس کے لئے قوموں اور ملکوں کی قیادت اخلاق باختہ لوگوں کے بجائے بااخلاق، باکردار اور صالح لوگوں کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے"۔(2)

بیسویں صدی کے دوسرے ربع میں سید مودودیؒ نے اپنے فکری سفر کا آغاز کیا۔آپ نے 60 سالہ تصنیفی دور میں چھوٹی بڑی تقریباً ڈیڑھ سو کتب تصنیف کیں۔(3)آپ کی تحاریر کے 50 زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔(4)آپ کی تصانیف میں سب سے اہم آپ کی تفسیر قرآن" تفہیم القرآن "ہے۔اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آپ نے عام آدمی کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کے مفہوم اور اس کے پیغام کو بیان کیا ہے۔اس مقصد کے لیے آپ نے معروف لفظی ترجمہ کے اسلوب کو ترک کر کے آزاد ترجمانی کا انداز اختیار کیا ہے۔فروری 1942ء میں شروع ہونے والی یہ تفسیر جون 972ء میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔آپ کی خاصیت یہ ہے کہ آپ نے نظریاتی رہ نمائی کے ساتھ ساتھ ایک جماعت کی تاسیس کی اور جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی آپ نے مختلف تحاریک کی عملی قیادت کے فرائض بھی انجام دیے۔سید مودودی اسلام، جمہوریت، انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے کے پرجوش مؤید تھے۔آپ نے کبھی ان اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔" قادیانی مسئلہ " نامی کتابچہ تحریر کرنے پر آپ کو جنرل ایوب خان کی اس

وقت کی فوجی حکومت کی جانب سے سزائے موت سنائی گئی، جسے بعد ازآں اندرونی اور بیرونی دباؤ پر سزائے قید میں تبدیل کردیا گیا۔آپ کاانتقال 1979ء میں ہوا۔

تصانیف

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

کتاب کا نام	مصنف	ناشر	جگہ	طبع نمبر	سنِ طبع
تفہیم القرآن (٦ جلدیں)	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	ترجمان القرآن	لاہور	38	
تفہیمات (5 جلدیں)	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	24	2002ء
رسائل و مسائل (5 جلدیں)	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	30	2000ء
پردہ	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	59	2003ء
الجہاد فی الاسلام	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اے این اے	لاہور	15	1996ء
تنقیحات	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	32	2009ء
مسئلہ قومیت	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	19	1997ء
خطبات	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	خاص	2012ء
دینیات	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	ترجمان القرآن	لاہور	97	1993ء
شہادت حق	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	53	1992ء
دین حق	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	48	2000ء
سلامتی کا راستہ	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	72	2000ء
بناؤ اور بگاڑ	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	48	2000ء
اسلام اور جاہلیت	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	34	2002ء
سنت کی آئینی حیثیت	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	23	2005ء
اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	25	2004ء
خلافت و ملوکیت	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	ادارہ ترجمان القرآن	لاہور	28	2003ء
حقوق الزوجین	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	ادارہ ترجمان القرآن	لاہور	19	1988ء
سود	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	18	1997ء
معاشیاتِ اسلام	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	06	1969ء

اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	31	2002ء
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	30	2000ء
تجدید واحیائے دین	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	36	2004ء
اسلامی کا نظریہ سیاسی	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	32	2000ء
تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہِ عمل	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز	لاہور	24	1998ء

سید مودودیؒ میدانِ عمل میں

مسلمانانِ ہند بیسیوں صدی کے دوسرے ربع میں سیاسی لحاظ سے تین طرح کے گروہوں میں تقسیم تھے۔

1۔ ایک انگریز سے مرعوب اوران کے کاسہ لیس

2۔ قوم پرست مسلمان جو اپنی ہندوستانی شناخت پر اصرار کرتے ہوئے استخلاصِ وطن کی جدوجہد میں لادینی کانگریس کے شریک کار تھے۔

3۔ وہ مسلم قوم پرست جو کانگریس اور ہندو بالادستی سے خائف تھےاورآزاد جمہوری ہندوستان کے مقابلے میں انگریز کے سایہء عاطفت میں رہنے میں ہی عافیت جانتے تھے۔یہ مشترکہ ہندوستانی قومیت کے مقابلے میں اپنی سیاسی طور پر مسلم شناخت پر اصرار کرتے تھے۔

یہ وہ ماحول تھا جس میں سید مودودیؒ نے اپنے کام کا آغاز کیا۔

"الجہاد فی الاسلام "آپ کی وہ پہلی تصنیف ہے جس نے آپ کو ہندوستان کے علمی حلقوں میں وسیع پیمانے پر متعارف کرادیا۔24 سال کی عمر میں مولانا محمد علی جوہرؒ کی تحریک پر (5) لکھی جانے والی اس کتاب کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:

> "اسلام کے نظریہ جہاد اور اس کے قانونِ صلح وجنگ پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے اور میں ہر ذی علم آدمی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ کرے"۔(6)

سید مودودی اپنی اپنی صحافتی زندگی کے آغاز میں "مدینہ" بجنور،"تاج" جبل پور اور جمعیۃ العلمائے ہند کے ترجمان جریدے "الجمعیۃ" سے بطور مدیر منسلک رہے۔1925ء میں جمعیت العلماء کی پالیسی سے اختلاف کے باعث "الجمعیۃ" چھوڑ کر حیدرآباد دکن منتقل ہوگئے۔1932ء میں ترجمان القرآن کی حیدرآباد دکن سے اشاعت کے ساتھ آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور سید مودودیؒ امتِ مسلمہ کے مرضِ کہن کی تشخیص وعلاج کے لیے اپنے افکار ونظریات کے پرچار میں مصروف نظر آتے ہیں۔1937ء میں علامہ محمد اقبالؒ (1877ء۔1938ء) نے آپ کی فکر سے متاثر ہوکر آپ کو لاہور آنے اور اسلامی قانون کے احیا کے لیے مل کر کام کرنے کی دعوت دی۔گورداس پور، پٹھان کوٹ کے ایک صاحبِ دل مسلمان چوہدری نیاز احمد خان نے ایک بڑا قطعہ اراضی علوم

دینی کی ترویج کے لیے مختص کیااور علامہ اقبالؒ کے مشورے سے سید مودودی کو اس کا انتظام سنبھالنے کی دعوت دی۔ سید مودودیؒ مارچ 1938ء میں اس مجوزہ اسلامی بستی "دارالاسلام" منتقل ہوگئے لیکن اگلے ہی ماہ علامہ اقبالؒ کی وفات نے یہ خواب پورا نہ ہونے دیا۔(7)۔1939ء میں آپ کچھ اختلافات کی بناء پر پٹھانکوٹ سے لاہور منتقل ہوگئے اور اسی سال آپ نے اسلامیہ کالج لاہور میں اعزازی صدر شعبہِ اسلامیات کے طور پر کام کیا(8)۔ 25-26اگست 1941ء کولاہور میں آپ کی دعوت پر پورے ہندوستان سے 75 افراد جمع ہوئے اور اس اجتماع میں ایک نئی تنظیم "جماعت اسلامی" کی تاسیس کی گئی۔ بعد ازاں 1942ء میں دوسری جنگ عظیم کے بعد پیدا ہونے والے حالات پر یہ فیصلہ کیاگیا کہ بہتر تحقیقی اور تربیتی کام کے لیے مرکز جماعت چوہدری نیاز احمد خان کی دعوت قبول کرتے ہوئے "دارالاسلام" پٹھانکوٹ منتقل کر دیا جائے۔ یہاں سید مودودی اپنے رفقاء کے ساتھ قیامِ پاکستان تک مقیم رہ کر علمی و دعوتی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ آپ کے مضامین نے معاشرے میں ایک ہلچل پیدا کی ۔ جمود کے شکاراور زوال آمادہ معاشرے میں یہ ہلچل کسی بڑے بھونچال کی بجائے معمولی ارتعاش ہی پیدا کر سکی تھی۔ لیکن یہ ارتعاش بھی بڑا قیمتی تھا۔ معاشرے کے سلیم الطبع افراد آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور بعدازآں ان میں سے کئی آپ کے ساتھ شریک کار رہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل تک دارالکفر میں نظامِ حکومت میں شرکت کی شرعی ممانعت کے اصول کے تحت آپ عملی سیاست سے مجتنب رہےاور نظریاتی رہنمائی کافریضہ انجام دیتے رہے لیکن تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں یہ موانعات دور ہونے کے بعد آپ نے عملی سیاست میں قدم رکھااور ملک کی نظریاتی سمت کے درست تعین کے حوالے سے قراردادِ مقاصد کی منظوری میں اہم کردارادا کیا۔ قیامِ پاکستان کے مقاصد کے تناظر میں ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ، انسانی حقوق کی بحالی، جمہوریت کے دفاع اور بعدازآں سوشلزم کے سیلاب کا مقابلہ کرنے کے حوالے سے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔الحاد و لادینیت، مادہ پرستی اور مغربی تہذیب کے دیگر زہریلے پھلوں کا تریاق پیش کر کے آپ نے مسلم نوجوانوں میں اسلام پر اعتماداور بحیثیت مسلمان اپنی ذمے داریوں کاشعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سید مودودیؒ کی فکری تفہیم اور ہونے والی تنقید کا جائزہ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں سر سید احمد خان نے فلاحِ قوم کی جو راہ ڈھونڈی تھی اس کے مضر اثرات سامنے آنا شروع ہوچکے تھے۔ جس کا ذکر اکبر کے مندرجہ بالا شعر میں کیا گیا ہے۔ سید مودودیؒ نے "پردہ"، "تنقیحات" اور "تفہیمات" کے مضامین کے ذریعےاس دور کے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں مغرب کی مرعوبیت اور ذہنی غلامی پر کڑی چوٹ لگائی اور مغربی تہذیب کا بوداپن عیاں کرتے ہوئے اسلامی لائحہِ عمل کی نشان دہی کی۔ "تجدید واحیائے دین" میں آپ نے تحریک تجدید واحیائے دین کا بے لاگ تجزیہ کیا، مجددین کی حقیقی عظمت کو اجاگر کیا ہےاور اس حوالے سے پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے۔ 1938ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے بپاکردہ متحدہ قومیت کے فتنے کا مقابلہ "مسئلہِ قومیت" اور جن دیگر مضامین کے ساتھ کیا گیا وہ اب "تحریکِ آزادیِ ہند اور مسلمان" حصہ اول کے نام سے موجود ہیں۔اس سلسلہِ مضامین میں آپ نے قوم پرست علماء پر لادینی قوم پرستانہ سیاست کے

حوالے سے اپنے تئیں ان کی غلطی واضح کی ہے۔ بعد ازآں مسلم لیگ کی مسلم قوم پرستانہ تحریک بھی آپ کے قلم کی کاٹ سے محفوظ نہ رہی اور "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ سوم کے مضامین (جدید "تحریک آزادیِ ہند اور مسلمان "۔ دوم) اس پر شاہد ہیں۔ معاشرتی اور رائے عامہ کا دباؤ انہیں مسلمانوں کے مقبول سیاسی موقف سے اختلاف کرنے سے باز نہ رکھ سکا اور انہوں نے اپنے موقف کا بدلائل پرچار جاری رکھا۔ مسلم لیگ کی مسلم قوم پرستانہ تحریک کے عین مرکز علی گڑھ یونیورسٹی میں جاکر آپ نے اس طریقۂ کار پر تنقید کی جسے مسلم لیگ اسلامی حکومت کے قیام کے نام پر اختیار کیے ہوئے تھی اور اس کے مقابل اس طریقے کی نشان دہی کی جس سے ایک اسلامی حکومت وجود میں آتی ہے۔ یہ تقریر "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ؟" کے نام سے مندرجہ بالا مجموعے میں شامل ہے۔

"اس خام خیالی کی تمام تر وجہ یہ ہے کہ بعض سیاسی و تاریخی اسباب سے کسی چیز کی خواہش تو پیدا ہو گئی ہے، جس کا نام "اسلامی حکومت ہو مگر خالص عملی طریقہ پر نہ تو یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی کہ اس حکومت کی نوعیت کیا ہے اور نہ یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ کیونکر قائم ہوا کرتی ہے"۔(9)

آپ نے بغیر کوئی نظریاتی انقلاب لائے محض نسلی مسلمانوں کی اکثریت کی بنیاد پر اسلامی ریاست قائم کرنے کی خام خیالی کے حوالے سے یہاں تک کہا:

"بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا سہی، مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم تو ہو جائے، پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں تبدیل کر دیا جاسکتا ہے۔ میں نے تاریخ، سیاسیات اور اجتماعیات کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے 'اس کی بنا پر میں اس کو ناممکن سمجھتا ہوں اور اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جائے تو میں اس کو ایک معجزہ سمجھوں گا"۔(10)

سید مودودیؒ کی پوری فکر میں حریتِ فکر بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ تقلیدِ جامد کو آپ رد کرتے ہیں اور سوائے رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے کسی انسان کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتے۔ اسلام کو ایک روایتی مذہب کی جگہ ایک دین (بمعنی نظامِ حیات) اور تحریک قرار دیتے ہیں۔ دین کی مروجہ تعبیر، تحریکی تعبیر سے مختلف ہے۔ مروجہ تعبیر طاغوت کے اقتدار میں بھی محض اپنے مراسمِ عبودیت (نماز، روزہ، حج وغیرہ) کی ادائی پر مطمئن رہتی ہے۔ اسی فکر پر تنقید کرتے ہوئے اقبالؒ نے کہا تھا:

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

جب کہ تحریکی اسلام کا تصور، غیر اللہ کی حاکمیت پر راضی رہ جانا بندگی کے بنیادی تقاضوں کے خلاف سمجھتا ہے اور اس کے خلاف جدوجہد ضروری قرار دیتا ہے۔

سید مودودیؒ کی بنیادی فکری کتاب "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں " ہے۔ جس میں وہ "الٰہ، رب ،عبادت اور دین " کی دینی اصطلاحات کی جامع تشریح پیش کرتے ہیں اور ان ہی تشریحات پر ان کا پورا فکری کام بنیاد رکھتا ہے:

"'الٰہ، رب، دین اور عبادت، یہ چار لفظ قرآن مجید کی اصطلاحی زبان میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن کی ساری دعوت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا رب اور الٰہ ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی الٰہ ہے اور نہ رب اور نہ الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کے ساتھ شریک ہے۔ لہٰذا، اسی کو اپنا الٰہ اور رب تسلیم کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی الوہیت اور ربوبیت سے انکار کردو۔ اسی کی عبادت اختیار کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اس کے لیے اپنے دین کو خالص کرلو اور ہر دوسرے دین کو رد کردو۔"(11)

سید مودودیؒ نے کفر بالطاغوت اور توحیدِ عملی کے تقاضوں کی نشان دہی کی اور امتِ مسلمہ کی اس حوالے سے ذمے داریوں کا بھولا سبق اسے یاد دلایا۔ انہوں نے کہا کہ بگاڑ کا سبب قرآنی فکر سے دوری اور دینی اصطلاحات کا رفتہ رفتہ اپنا معنی کھوتے چلے جانا تھا۔ سید مودودیؒ کہتے ہیں:

"لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصل معنی جو نزول قران کے وقت سمجھے جاتے تھے، بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لیے خاص ہو گیا"۔(12)

سید مودودیؒ کا یہ بیان کے اہم دینی اصطلاحات وقت کے ساتھ ساتھ اپنی معنویت کھو بیٹھیں، بہت زیادہ زیرِ تنقید رہا ہے اور اسے دین کے تواترِ عملی کی ایک تنقیص گردانا گیا ہے۔ سید ابو الحسن علی ندویؒ نے "تاریخ دعوت و عزیمت" کے عنوان سے 6 جلدوں کی ضخیم کتاب تصنیف کی جس میں خلافتِ راشدہ کے بعد سے سید احمد شہیدؒ تک اقامتِ دین کے لیے مختلف خطوں اور مختلف سطحوں پر ہونے والی کوششوں کا مبسوط جائزہ لیا گیا ہے جس سے مقصود مندرجہ بالا اس تاثر کی نفی تھا۔

سید مودودیؒ کی فکر میں "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے لیکن آپ کی قائم کردہ جماعتِ اسلامی کی حکمتِ عملی کی بنیاد زمامِ کار کی اہمیت کے ان تصورات پر رکھی گئی جو" تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں" نامی تقریر میں بیان کیے گئے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد عملی سیاست میں حصہ لینے کے بعد الٰہ، طاغوت اور توحیدِ عملی کے نظریاتی ابلاغ کے بجائے ان نظریات کی عملی صورت گری میں ہمیں سب سے زیادہ زور زمامِ کار کی اہمیت کے بیان اور انقلاب امامت کی سیاسی جدوجہد کے حوالے سے نظر آتا ہے۔ یہی چیز بعدازآں جماعتِ اسلامی کی اقامتِ دین کے لیے ہمہ جہت تبدیلی کی جدوجہد (جس میں سماجی تبدیلی جس کے لیے اسلامی تعلیمی نظام کا احیاء سر فہرست تھا(13) کے بجائے تبدیلیِ قیادت کی بہر نوع کوششوں کا باعث بنی جو تاحال جاری ہیں۔ سید مودودیؒ زمامِ کار کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"انسانی زندگی کے مسائل میں جس کو تھوڑی سی بصیرت حاصل ہو، وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں رہ سکتا کہ انسانی معاملات کے بناؤ اور بگاڑ کا آخری فیصلہ جس مسئلے پر منحصر ہے وہ یہ سوال ہے کہ معاملاتِ انسانی کی زمامِ کار کس کے ہاتھ میں ہے"۔(14)

اسی بنیاد پر آپ امامتِ صالحہ کے قیام کو دین کا مقصود قرار دیتے ہیں:

"اللہ کا دین اول تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ بالکلیہ بندۂ حق بن کر رہیں اور اُن کی گردن میں اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کا حلقہ نہ ہو۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ اللہ ہی کا قانون لوگوں کی زندگی کا قانون بن کر رہے۔ پھر اس کا مطالبہ یہ ہے کہ زمین سے فساد مٹے، ان منکرات کا استیصال کیا جائے جو اہل زمین پر اللہ کے غضب کے موجب ہوتے ہیں اور اُن خیرات و حسنات کو فروغ دیا جائے جو اللہ کو پسند ہیں۔ ان تمام مقاصد میں سے کوئی مقصد بھی اس طرح پُورا نہیں ہو سکتا کہ نوعِ انسانی کی رہنمائی و قیادت اور معاملاتِ انسانی کی سر براہ کاری ائمہ کفر و ضلال کے ہاتھوں میں ہو اور دینِ حق کے پیرو محض اُن کے ماتحت رہ کر اُن کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یاد خدا کرتے رہیں۔ یہ مقاصد تو لازمی طور پر اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ تمام اہل خیر وصلاح جو اللہ کی رضا کے طالب ہوں، اجتماعی قوت پیدا کریں اور سر دھڑ کی بازی لگا کر ایک ایسا نظامِ حق قائم کرنے کی سعی کریں جس میں امامت و رہنمائی اور قیادت و فرماں روائی کا منصب مومنین صالحین کے ہاتھوں میں ہو۔ اس چیز کے بغیر وہ مدعا حاصل نہیں ہو سکتا جو دین کا اصل مدعا ہے"۔(15)

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ زمامِ کار کی تمام تر اہمیت کے اعتراف کے باوجود دین کا کل مقصود حکومتِ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ عبادات اپنے ضمنی فوائد کے باوجود فی الاصل مالک الملک اور بادشاہِ حقیقی کے دربار میں بندۂ مومن کی حاضری اور اس کے حضور نذرانے کے اعتبار سے بذاتِ خود مطلوب ہیں۔ دین اصلاً اللہ اور بندے کے مابین قلبی تعلق کی استواری کا نام ہے جس میں کسی بیرونی عنصر کی کوئی دخل اندازی نہیں ہوسکتی۔ تاہم اس قلبی تعلق کا لازمی تقاضا انکارِ طاغوت اور اس کے لیے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی اجتماعی جدوجہد کی صورت میں نکلنا چاہیے۔

اسی حوالے سے سید مودودیؒ پر ایک بڑا اعتراض یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی فکر میں دین کے روحانی پہلو کو نظرانداز یا کم کر کے ظاہری یا سیاسی پہلو پر زیادہ زور دیا ہے۔ مولانا منظور احمد نعمانیؒ، سید ابوالحسن علی ندویؒ، وحید الدین خان سے لے کر ڈاکٹر اسرار احمدؒ تک اسی الزام کی تکرار مختلف اسلوب میں کرتے چلے آئے ہیں۔

اس الزام کے جواب میں یہ توجیہ پیش کی جاسکتی ہے کہ سید مودودیؒ نے اپنے عہد کی مسلم فکر کے ناقص گوشوں کی نشان دہی کی ہے۔ ان کا زوران پہلوئوں کو اجاگر کرنے پر رہا ہے جو نسبتاً او جھل تھے۔ تاہم آپ کی ذاتی زندگی مومنانہ تعلق باللہ کی عملی تصویر تھی۔

سید مودودیؒ کے نظریہ اقامتِ دین پر علمی نقد متعدد اطراف میں ہوا ہے۔ تاہم اس حوالے سے اہم اور سنجیدہ کام ابوالحسن علی ندویؒ نے ''عصرِ حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح''، منظور نعمانیؒ نے ''مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اب میرا موقف''، اور وحید الدین خاں نے ''تعبیر کی غلطی'' میں کیا ہے۔

سید مودودیؒ کے ناقدین میں مولانا وحید الدین خان (پ1925ء۔ مدیر "الرسالہ"، دہلی) سب سے ممتاز ہیں۔

"اس تعبیر کے تحت پیدا شدہ لٹریچر زبان حال سے اور اس کی بعض عبارتیں (مثلاً قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں کا دیباچہ) زبانِ قال سے اس بات کا اعلان ہے کہ اسلاف نے دین کو صحیح شکل میں نہیں سمجھا۔ اس تعبیر کی نظر سے دیکھئے تو چودہ سو برس کی ساری تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی تحریک نہیں ملتی جس نے اس کے مطابق "مکمل" معنوں

میں تجدید واحیائے دین کا کام کیا ہو۔اس حلقے کے کچھ ذہین افراد نے اسلامی تاریخ کے بعض واقعات کو اس حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ تمام کوششیں قطعی طور پر تاریخ سازی ہیں نہ کہ تاریخ نگاری۔

اس طرح یہ تعبیر گویا اپنے پورے وجود کے ساتھ اسلاف کے تصورِ دین کے بارے میں اظہار ہے اور اعلان ہے کہ انہوں نے ٹھیک ٹھیک اس طرح دین کی خدمت کرنے کی کوشش نہیں کی جیسی کہ حقیقتاً کی جانی چاہیے مجھے یہ ماننے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں کہ ہمارے علماء نے بعض آیات یا بعض حدیثوں کا مطلب صحیح طور پر نہ سمجھا ہو دوسرے لفظوں میں اجزائے دین میں سے کسی جز کی نوعیت متعین کرنے میں وہ غلطی کر گئے ہوں اس طرح عملی کوتاہیوں کیوں کے امکان کا اقرار بھی ہر وقت کیا جاسکتا ہے مگر یہ بات قطعاً نا قابل تسلیم ہے کہ حقیقتِ دین کو سمجھنے میں انہوں نے غلطی کی یا دین کی خدمت کا صحیح طریقہ اختیار کرنے میں وہ ناکام رہے"۔(16)

مولانا وحید الدین خان مزید لکھتے ہیں :

" مولانا مودودی کے لٹریچر میں دین کی جو تشریح کی گئی ہے اس کے متعلق میرا شدید احساس ہے کہ وہ دین کے صحیح تصور سے ہٹی ہوئی ہے اس تشریح کے اجزائے ترکیبی تو وہی ہیں جو اسلام خدا کے دین کے ہیں مگر نئی ترکیب میں اس کا حلیہ اس طرح بگڑ گیا ہے وہ بجائے خود ایک نئی چیز نظر آنے لگا ہے"۔(17)

اسی کتاب میں آگے رقم طراز ہیں :

"یعنی اس تعبیر پر میرا اعتراض دراصل یہ نہیں ہے کہ اس نے سیاست کو اسلام میں کیوں شامل کر دیا۔ سیاست زندگی کا ایک لازمی جز ہے اور کوئی نظریہ جو انسانی زندگی سے متعلق ہو وہ سیاست سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس سے بھی اختلاف نہیں ہے کہ کسی مخصوص وقت میں کوئی اسلامی گروہ سیاست پر کتنی قوت صرف کرے یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک ہنگامی مرحلے میں کسی اسلامی گروہوں کو اپنی بیشتر یا ساری عمر سیاسی تبدیلی کے محاذ پر لگا دینی پڑے۔ میرا اعتراض دراصل یہ ہے کہ سیاست جو صرف اسلام کا ایک پہلو ہے اسی کی بنیاد پر پورے اسلام کی تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ایک چیز اپنی صحیح حیثیت میں حقیقت ہو سکتی ہے لیکن اس کو صحیح مقام سے ہٹا دیا جائے تو ایک صحیح چیز بھی غلط ہو کر رہ جائے گی"۔(18)

"اس تعبیر کے مطابق اسلامی مشن کا جو تصور سامنے آتا ہے وہ ہے نظام بدلنا۔ میں مانتا ہوں کے اسلامی جدوجہد کے مراحل میں سے ایک مرحلہ یہ بھی ہے مگر اس تعبیر نے اس کو اس کے واقعی مقام سے ہٹا دیا ہے۔ اور اس طرح دوسری شکل میں وہی خرابیاں پیدا ہو گئیں جو "دنیا سے بے رغبتی" کی اسلامی قدر کو اس کے واقعی مقام سے ہٹانے کی وجہ سے مختلف مذاہب میں پیدا ہوئیں۔ رہبانیت کے فلسفے نے روحانی انتہاپسندی میں پڑ کر خدا کے بندوں کو بہت سی غیر ضروری مشقتوں میں ڈال دیا تھا اسی طرح اس جدید انقلابی نظریے نے سیاسی انتہاپسندی میں پڑ کر خدا کے بندوں کو ایسی مشکلات میں گرفتار کر دیا جس کے لیے دراصل خدا نے انہیں مکلّف نہیں کیا تھا"۔(19)

وحید الدین خان صاحب کے مندرجہ بالا اعتراضات بظاہر کچھ نہ کچھ وزن رکھتے ہیں اور یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ سید مودودیؒ کسی مقام پر جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہوں لیکن بحیثیتِ مجموعی ان کی فکر پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ اسلامی تاریخ میں نئی چیز ہے۔

بغور جائزہ لینے پر ان کے اعتراضات کی حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے۔جس چیز کو مولانا وحیدالدین خان صاحب امت کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں نئی چیز قرار دیتے ہیں اور اس کے ماضی کے نظائر کو وہ تاریخ سازی قرار دے کر درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے ہیں۔درحقیقت ایک جوہری فرق ماضی اور حال کے مابین واقع ہوچکا ہے جس کا لحاظ کیے بغیر نظریہ اقامتِ دین کی تفہیم دشوار ہے اور وہ یہ کہ سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ سانحہ رونما ہوا کہ اسلام کا سیاسی اقتدار عملا معدوم ہوگیا۔اس سے قبل یہ تو ہوا کہ نااہل و بدکار فرماں رواآتے رہے اور شریعت کی نافرمانی کا سلسلہ سرکاری سطح پر جاری رہا تاہم امت کی تاریخ میں یہ کبھی نہ ہوا کہ اسلام سیاسی طور پر مغلوب ہوکر رہ جائے اور دنیا کے نقشے پر کوئی نام نہاد ہی سہی اسلامی ریاست باقی نہ رہے۔برصغیر میں شاہ ولی اللہؒ، شاہ اسمٰعیلؒ و سید احمدؒ اور سید مودودیؒ کی مساعی اسی حوالے سے دیکھی اور بہتر طور پر سمجھی جاسکتی ہیں۔

مولانا عامر عثمانیؒ نے اپنی کتاب "وحیدالدین خان صاحب کی تعبیر کی غلطی"(20) میں مولانا وحیدالدین خان صاحب کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے نظریہ اقامتِ دین پر اعتراض جدید دور میں "سیاسی اسلام" پر اعتراض کے نام سے سامنے آیا ہے۔

سیاسی اسلام کی تعریف وکی پیڈیا کے مطابق یہ ہے:

> Political Islam is any interpretation of Islam as a source of political identity and action. It can refer to a wide range of individuals and groups who advocate the transformation of state and society according to what they see as Islamic principles(21)

لیکن اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ اسلام بطور ریاستی نظام پیش کیا جائے اور اسلام کے سیاسی نظام کا غلبہ یا اسلامی ریاست کا قیام ایک مسلمان کا مطلوب و مقصود ہے۔(22)

"سیاسی اسلام" کے مفکرین میں چار نام زیادہ صراحت سے لیے جاتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہابؒ۔ سید مودودیؒ۔ سید قطبؒ۔ علی شریعتیؒ

اگرچہ اسلام اپنی اصل میں ایک ہی ہے جس کا منبع کتاب و سنت کی تعلیمات ہیں۔اس میں دین و دنیا کی کوئی تفریق موجود نہیں اور روحانی اسلام یا سیاسی اسلام کی اصطلاحات خانہ ساز ہیں اور ان کا دین کی تعلیمات سے کوئی علاقہ نہیں تاہم مخالفین کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ انہوں نے ہر دور میں ایسے افراد اور گروہوں کو جن سے انہیں عملی میدان میں کوئی حقیقی خطرہ محسوس ہوا، ایسے القاب سے یاد کیا جن سے انہیں مسلم معاشرے اور روایت میں اجنبی ثابت کیا جائے۔

مزید برآں سیاسی اسلام کے ڈانڈے اس مسلم مزاحمتی مسلح جدوجہد سے جوڑ دیے گئے جس نے عموماًرد عمل کی نفسیات سے جنم لیا اور جو دنیا میں دہشت گردی کے فروغ کی مرتکب ٹھہرائی جاتی ہے۔

سید مودودیؒ پر امن جدوجہد کے داعی ہیں اور طاغوت کے انکار، اسلام کے غلبہ سیاسی کی فکر، اس کے لیے ان تھک جدوجہد اور اسلامی تصورِ جہاد پر غیر معذرت خواہانہ رویے نے انہیں مسلم انقلابی مفکرین (یا عرفِ عام میں سیاسی اسلام کے داعیین) کی صفِ اول میں جگہ فراہم کردی ہے۔

ڈاکٹر ولی رضا نصر مشرقِ وُسطیٰ اور بین الاقوامی تعلقات کے ماہر، خارجہ امور پر امریکی حکومت کے مشیر اور ایک معروف دانشور ہیں۔ وہ امریکا کی جان ہاپکنز یونیورسٹی کے اسکول آف ایڈوانسڈ انٹر نیشنل اسٹڈیز کے سابق ڈین اور بین الاقوامی تعلقات کے پروفیسر ہیں۔ سید مودودیؒ کے حوالے سے ان کی دو کتب بہت اہم ہیں۔

Mawdudi and the Making of Islamic Revivalism (Oxford University Press, 1996)

The Vanguard of the Islamic Revolution: The Jama`at-i Islami of Pakistan (University of California Press, 1994)

اول الذکر کتاب میں وہ سید مودودیؒ کو معاصر احیائی مفکرین میں سب سے بااثر قرار دیتے ہیں۔

“The most influential of contemporary revivalist thinkers”(23)-

رائے جیکسن، گلوسٹر شایر یونیورسٹی کے استاد اور اسلام کے بارے میں دو کتب کے مصنف بھی سید مودودی کے بارے میں اپنی کتاب میں کئی دیگر مفکرین کی طرح اس رائے سے متفق ہیں۔(24)

اس حیثیت میں سید مودودیؒ ایک طرف غیر مسلح انقلابی واصلاحی تحاریک کے لیے مشعلِ راہ فراہم کرتے ہیں تو دوسری طرف مسلح تحاریک بھی انکارِ طاغوت اور مسئلہِ حاکمیت کے ان کے افکار سے رہ نمائی لیتی ہیں۔ اس تناظر میں کہ جب مغرب میں بالعموم سیاسی اسلام اور دہشت گردی ہم معنی کر دی گئی ہے سید مودودیؒ اور احیائے اسلام اور غلبہِ دین کے تصورات رکھنے والے مفکرین کے ساتھ زیادتی یہ ہوئی ہے کہ انہیں زبردستی تشدد اور تکفیریت کا نقیب ٹھہرادیا گیا ہے اور دنیا میں مبینہ مسلم انتہا پسندی کے ڈانڈے ان کی تعلیمات سے جوڑ دیے گئے ہیں۔

"Both Maududi and Qutb spoke of the possibility to practice *takfir*, that is, to exclude ("nominal") Muslims from the community of believers (often described as "excommunication").(25)

لیکن اس سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ توحیدِ حاکمیت کو سید مودودیؒ و سید قطبؒ کی اختراع قرار دے دیا گیا:

“Maududi expanded the Quranic concept of Tauheed (oneness of God) by suggesting that it also meant the (political) oneness of the Muslim ummah that can only be achieved by ‘Islamising the society’ and through attaining state power to finally formulate an ‘Islamic state.”(26)

سید مودودیؒ کو اپنے افکار و نظریات اور ان کی معاشرتی پذیرائی کے باعث کثیر جہتی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ روایتی بے روح مذہبیت، لادینیت، اشتراکیت، سرمایہ داری، قوم پرستی، لادین جمہوریت اور فسطائیت سب پر ان کی چوٹ گہری ہے۔

سید مودودیؒ ہر مفکر کی طرح اپنے عہد کے مسائل سے عہد برآ ہونے کی سبیل نکالنا چاہتے تھے۔ وہ جمود کو توڑ کر امتِ مسلمہ کو اپنے فرضِ منصبی کی بازیافت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے وہ محض نظری کوششوں پر اکتفا کر کے نہ رہ گئے بلکہ ایک منظّم تحریک کی قیادت بھی کی۔

آپ پر جمہوریت کی وکالت کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔آپ مغربی جمہوریت کی تباہ کاریوں اور خباثت سے پوری طرح واقف تھے اور اسے مکمل طور پر رد کرتے ہیں:

"موجودہ تہذیب میں جمہوریت کے معنی ہیں جمہور کی حاکمیت، یعنی ایک علاقے کے لوگوں کی مجموعی خواہش کا اپنے علاقے میں مختارِ مطلق ہونا اور ان کا قانون کے تابع نہ ہونا بلکہ قانون کا ان خواہش کے تابع ہونا اور حکومت کی غرض صرف یہ ہونا کہ اس کا نظم اور اس کی طاقت لوگوں کی اجتماعی خواہشات کو پورا کرنے کے کام آئے۔ اب غور کیجیے کہ پہلے تولادینی نے ان لوگوں کو خدا کے خوف اور اخلاق کے مستقل اصولوں کی گرفت سے آزاد کر کے بے لگام اور غیر ذمہ دار اور بندہ نفس بنادیا، پھر قوم پرستی نے ان کو شدید قسم کی قومی خود غرضی اور اندھی عصبیت اور قومی غرور کے نشے سے بدمست کر دیا، اور اب یہ جمہوریت انہی بے لگام بدمست بندگانِ نفس کی خواہشات کو قانون سازی کے مکمل اختیارات دیتی ہے اور حکومت کا واحد مقصد یہ قرار دیتی ہے کہ اس کی طاقت ہر اس چیز کے حصول میں صرف ہو جس کی یہ لوگ اجتماعی طور پر خواہش کریں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح کی خود مختار صاحب حاکمیت قوم کا حال آخر ایک طاقت ور بدمعاش کے حال سے کس بات میں مختلف ہوگا۔ پھر جب دنیا میں صرف ایک ہی قوم ایسی نہ ہو بلکہ ساری متمدن قومیں اسی ڈھنگ پر بے دینی، قوم پرستی اور جمہوریت کے اصولوں پر منظّم ہوں تو دنیا بھیڑیوں کا میدانِ جنگ نہ بنے گی تو اور کیا بنے گی؟ یہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر ہم ہر اس نظامِ اجتماعی کو فاسد سمجھتے ہیں جو ان تین اصولوں (لادینیت ، قوم پرستی و جمہوریت) کی بنیاد ہے۔ ہماری دشمنی لادینی قومی جمہوری نظام سے ہے، خواہ اس کے قائم کرنے اور چلانے والے مغربی ہوں یا مشرقی، غیر مسلم ہوں یا نام نہاد مسلمان، جہاں، جس ملک اور جس قوم پر بھی یہ مسلط ہوگی، ہم بندگانِ خدا کو اس سے ہوشیار کرنے کی فکر کریں گے کہ اسے دفع کرو"۔(27)

اس کے بالمقابل آپ جمہوری خلافت کا تصور پیش کرتے ہیں۔

"اس حقیقت میں صحیح بھی یہی ہے اور نتائج کے اعتبار سے انسان کی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ خدا کو حاکم مان کر انسانی زندگی کا نظام حکومت خلافت و نیابت کے نظریہ پر بنایا جائے۔ یہ خلافت بلا شبہ جمہوری ہونی چاہیے، جمہور کی رائے ہی سے حکومت کے امیر یا ناظم اعلیٰ کا انتخاب ہونا چاہیے۔ انھی کی رائے سے اہلِ شوریٰ منتخب ہونے چاہییں۔ ہماری پارلیمنٹ کا اساسی نظریہ یہ ہونا چاہیے کہ جن امور میں خدا نے ہمیں ہدایات دی ہیں ان میں ہم قانون سازی نہیں کریں گے بلکہ اپنی ضروریات کے لیے خدا کی ہدایات سے تفصیلی قوانین اخذ کریں گے۔ اور جن امور میں خدا نے ہدایات نہیں دی ہیں ان میں ہم یہ سمجھیں گے کہ خدا نے خود ہی ہم کو آزادیِ عمل بخشی ہے اس لیے صرف انھی امور میں ہم باہمی مشورے سے قوانین بنائیں گے۔ مگر یہ قوانین لازماً اس مجموعی سانچے کے مزاج سے مطابقت رکھنے والے ہوں جو خدا کی اصولی ہدایات نے ہمارے لیے بنادیا ہے۔ پھر یہ ضروری ہے کہ پورے نظام تمدن و سیاست کی کارفرمائی

اور اس کا انتظام ان لوگوں کے سپرد ہو جو خدا سے ڈرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے اور ہر کام میں اس کی رضا چاہنے والے ہوں۔ جن کی پبلک اور پرائیویٹ دونوں قسم کی زندگیوں سے یہ شہادت ملے کہ وہ بے لگام گھوڑے کی طرح نہیں ہیں جو ہر کھیت میں چرتا اور ہر حد کو پھاندتا پھرتا ہو بلکہ ایک الٰہی ضابطہ کی رسی سے بندھے ہوئے اور ایک خداپرستی کے کھونٹے سے مربوط ہیں اور ان کی ساری چلت پھرت اسی حد تک محدود ہے جہاں تک وہ رسی انہیں جانے دیتی ہے"۔(28)

آپ مسلح جدوجہد کی مشکلات اور موانعات سے آگاہ تھے، سید احمد شہیدؒ کی بے مثال تحریک جہاد کی ناکامی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ مسلم قوم کی اخلاقی حالت بھی آپ کے سامنے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ خفیہ اور مسلح تحریکات کے سخت خلاف تھے کہ ان کے نتائج عمومی طور پر کبھی بھی مثبت نہیں برآمد ہوئے ہیں۔

"اس سلسلے میں اسلامی تحریک کے کارکنوں کو میری آخری نصیحت یہ ہے کہ انھیں تحریکیں چلانے اور اسلحے کے ذریعے سے انقلاب برپا کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔ یہ بھی دراصل بے صبری اور جلد بازی ہی کی ایک صورت ہے اور نتائج کے اعتبار سے دوسری صورتوں کی بہ نسبت زیادہ خراب ہے۔ ایک صحیح انقلاب ہمیشہ عوامی تحریک ہی کے ذریعے سے برپا ہوتا ہے۔ کھلے بندوں عام دعوت پھیلایئے، بڑے پیمانے پر اذہان اور افکار کی اصلاح کیجیے۔ لوگوں کے خیالات بدلیے۔ اخلاق کے ہتھیاروں سے دلوں کو مسخر کیجیے اور اس کوشش میں جو خطرات اور مصائب بھی پیش آئیں ان کا مردانہ وار مقابلہ کیجیے۔ اس طرح بتدریج جو انقلاب برپا ہوگا وہ ایسا پایدار اور مستحکم ہوگا جسے مخالف طاقتوں کے ہوائی طوفان محو نہ کرسکیں گے۔ جلد بازی سے کام لے کر مصنوعی طریقوں سے اگر کوئی انقلاب رونما ہو بھی جائے تو جس راستے سے وہ آئے گا اسی راستے سے وہ مٹایا بھی جاسکے گا"۔(29)

ان حالات میں تبدیلی اور انقلاب کے ایک ذریعے کے طور پر آپ بعض شرائط کے تحت جمہوریت کے اسلامی ورژن کو قبول کرتے ہیں اور اسے اپنی سیاست کی بنیاد بناتے ہیں۔ بعد ازآں آمریت کے مقابلے میں جمہوریت کی زیادہ وکالت کا ایک سبب شاید پاکستان کے معروضی حالات بھی تھے جس میں مارشل لائی آمریت نے جماعتِ اسلامی کے کام میں بڑے رخنے ڈالے اور اسی کے ساتھ ساتھ معاشرے کو دین سے دور کرنے اور غیر اسلامی رجحانات کی اسلام میں پیوندکاری کرنے کے لیے بھی آمرانہ ادوار خصوصاً جنرل ایوب خان کا دور یادرکھا جاتا ہے۔ "خلافت و ملوکیت" اسی دور کی تصنیف ہے جس میں آپ ملوکیت اور جابرانہ استبداد کو رد کرکے اسلام کے جمہوری شورائی مزاج کو نمایاں کرتے ہیں۔

اس کتاب کی وجہِ تصنیف اور موضوعِ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے سید مودودیؒ رقم طراز ہیں:

"آج جو لوگ بھی علمِ سیاست کے سلسلے میں اسلامی نظریۂ سیاست کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کے سامنے ایک طرف تو وہ نظامِ حکومت آتا ہے جو رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں قائم تھا، اور دوسری طرف وہ بادشاہی نظام آتا ہے جو بعد کے ادوار میں ہمارے ہاں چلتا رہا۔ دونوں کے درمیان اصول، مقاصد، طریقِ کار اور روح و مزاج کا نمایاں فرق محسوس کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے ان دونوں کی یکساں اطاعت کی ہے، دونوں

کے تحت جہاد ہوتا رہا ہے، قاضی احکامِ شریعت نافذ کرتے رہے ہیں، اور مذہبی و تمدنی زندگی کے سارے شعبے اپنی ڈگر پر چلتے رہے ہیں۔ اس سے لازماً سیاست کے ہر طالب علم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصل اسلامی نظریۂ سیاست کیا ہے؟ کیا یہ دونوں بیک وقت اور یکساں اسلامی نظام ہیں ؟ یا اسلامی نقطۂ نظر سے ان کے درمیان کوئی فرق ہے ؟اور اگر فرق ہے تو ان دونوں کے تحت مسلمانوں نے جو بظاہر ایک سا طرزِ عمل اختیار کیا ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ میں سمجھتا کہ دماغوں کو ان سوالات پر سوچنے سے کیسے روکا جا سکتا ہے، اور ان کا جواب آخر کیوں نہ دیا جائے۔ (30)

یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے ابتدائی ابواب ''قرآن کی سیاسی تعلیمات''، ''اسلام کے اصولِ حکمرانی'' اور ''خلافتِ راشدہ کی خصوصیات'' انتہائی اہم ہیں۔

''خلافت و ملوکیت'' بڑے پیمانے پر ہدفِ تنقید بنی۔ اس کتاب کے رد میں متعدد کتابیں اور مضامین منظرِ عام پر آئے۔ جن میں اہم دو کتب ہیں۔ اول مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق'' ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب میں خلافت و ملوکیت کے صرف اس حصے سے بحث کی ہے جس کا تعلق سیدنا امیر معاویہؓ سے ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کے اعتراضات کا جواب مولانا ملک غلام علیؒ صاحب نے اپنی کتاب ''خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ'' میں تفصیل سے دیا ہے۔ لیکن مفتی تقی صاحب نے اصل موضوع پر گفتگو نہیں کی ہے، یعنی خلافت سے ملوکیت کا سفر کیسے شروع ہوا، ان کی کتاب صرف ''خلافت وملوکیت'' میں منقول مواد کی تصحیح وتضعیف پر مشتمل ہے۔

دوم مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کی کتاب ''خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت'' ہے۔ اس میں منقولہ مواد کی تصحیح وتضعیف کے ساتھ "خلافت و ملوکیت" کے اصل موضوع سے بھی کسی حد تک بحث کی گئی ہے۔

''خلافت و ملوکیت'' کو پڑھتے وقت اس کے موضوع کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اس حوالے سے مولانا ملک غلام علیؒ اپنی کتاب کے دیباچے میں رقمطراز ہیں: ''مناقبِ صحابہؓ یا مشاجراتِ صحابہؓ سرے سے اس کتاب کا اصل موضوعِ بحث ہی نہیں ہے، بلکہ جن مسائل پر اس کتاب میں کلام کیا گیا ہے ان کے سلسلے میں یہ بحث ایک ناگزیز علمی ضرورت کے طور پر آئی ہے، اور جو شخص بھی ان مسائل سے تعرض کرے گا اسے لازماً اس بحث سے سابقہ پیش آئے گا۔'' (31)

اس کتاب کے رد میں لکھی گئی کتابوں کے جواب میں مولانا عامر عثمانیؒ کی کتاب ''تجلیاتِ صحابہؓ'' اور مولانا ملک غلام علی کی کتاب ''خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ'' انتہائی اہم ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ مذکورہ دونوں کتابیں ''خلافت و ملوکیت'' کا تتمہ اور تکملہ ہیں۔

جماعتِ اسلامی کی سیاسی جدوجہد کی بنیاد، قیامِ پاکستان کے بعد سے جن خطوط پر رہی ہے اس کی نشان دہی سید مودودیؒ کی ماچھی گوٹھ کی تقریر مطبوعہ " تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل" میں مفصلاً کی گئی ہے۔

مختصراً اسے چار نکات کی صورت میں یوں بیان کیا گیا ہے: تطہیرِ افکار و تعمیرِ افکار، صالح افراد کی تلاش و تنظیم وتربیت اور اجتماعی اصلاح کی سعی۔ انقلابِ امامت۔ (32)

اختتامیہ

سید مودودی دین ودنیا کی یکجائی کے قائل ہیں اور آپ کے نظریے کے مطابق عقائد و عبادت کے ساتھ ساتھ سیاست کے تمام معاملات کا تعلق بھی براہِ راست عقیدہ توحید سے ہے۔آپ توحیدِ الوہیت و عبادت کے ساتھ ساتھ "توحیدِ حاکمیت " کے داعی ہیں ۔علامہ اقبال کے بعد مغرب پر سب سے زیادہ ٹھوس تنقید آپ نے کی اور مسلم نوجوانوں کی مغرب سے مرعوبیت پر کاری ضرب لگائی ۔سید مودودیؒ اصلًانہ جمہوریت کے وکیل ہیں اور نہ پاپائیت کے قائل۔آپ جہادِ اسلامی کے بغیر کسی معذرت خواہانہ رویے کے موئید ہیں لیکن دہشت گردی وانتہاء پسندی کورد کرتے ہیں۔ قوم پرستی کوآپ شرک سمجھتے ہیں اورامتِ مسلمہ کے وسیع تر تصور کے قائل ہیں۔آپ کونہ فقہی و مسلکی تنگنائیوں میں مقید کیا جاسکتاہے اور نہ قومی و جغرافیائی حدبندیاں آپ کی فکر کی راہ میں دیوار بنتی ہیں۔ سید مودودیؒ نے اسلام پر اعتماد، اس کے مطابق عمل، طاغوت کے انکار، حریت فکر اور جہدِ مسلسل کی جس دعوت کو عام کیا اس کے ثمرات ساری دنیا میں محسوس کیے گئے ہیں۔ان کے بتائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں کتاب وسنت سے براہِ راست واقفیت حاصل کر کے اور فہمِ سلف کے اصولوں کے مطابق ان جزوی کم زوریوں اور خامیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے جس سے کوئی بھی انسانی فکر مبرا ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔

References

(1) (جمیلہ، مریم، "اسلام: ایک نظریہ، ایک تحریک"، صفحہ 343، اشاعت چہارم، اعلیٰ پبلیکیشنز، لاہور، 2006ء)

(1) (Jamyla , Maryam," *Aislam :Ayk Nazaryah, Ayk taHryk* ", P. 343, 4th Edition, Aa'la Publykyshanz, Lahore , 2006)

(2) (عبدالکریم، عابد، "مولانا مودودی کے سیاسی افکار"، ص 5، طبع دوم، ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ، لاہور، 1985ء)

(2) ('abdul kareem, 'abid," *Mavlana Mavdūdi ke Siyasi Afkaar* ", P.5,2nd Edition, Aidara Tarjuman al Qurān Ltd., Lahore,1985)

(3) ہاشمی، رفیع الدین، "ابوالاعلیٰ مودودی: علمی و فکری مطالعہ"، مرتبین: رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد، صفحہ 593، طبع اول، معارف اسلامی لاہور، 2002ء)

(3) (Hashmi, Rafi Al deen ,"*Abū al Aa'la Mavdūdi:'ilmy o Fikry MuTal'a*", Compilers : Rafi Al deen Hashmi, Salyim Mansūr Khalid , P. 593,1st Edition, Mu'arif-e-Aislamy Lahore , 2002)

(4) (ہاشمی، رفیع الدین، "ابوالاعلیٰ مودودی: علمی و فکری مطالعہ"، مرتبین: رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد، صفحہ 593، طبع اول، معارف اسلامی لاہور، 2002ء)

(4) (Hashmi, Rafi Al deen ,"Abū al Aa'la Mavdūdi : 'ilmy o Fikry MuTal'a", Murtabyn : Rafi Al deen Hashmi, Salyim Mansūr Khalid , P. 593,1st Edition, Mu'arif-e-Aislamy Lahore , 2002)

(5) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "جماعتِ اسلامی کے 29 سال"، صفحہ 14، طبع دوم، شعبہ نشر واشاعت جماعتِ اسلامی پاکستان، 1997ء)

(5) (Mavdūdi, syed Abū al Aa'la," *Jama'at-i-Aislamy ke 29 saal* ", P. 14,2nd Edition, sh'b_h-i-Nshr v Aisha'at, Jma'at Aislamy Pakistan,1997)

(6) (عبد، عبدالرحمٰن، "سید ابوالاعلیٰ مودودی: سوانح، افکار، تحریک"، صفحہ 82، طبع سوم، ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، 2011ء)

(6) 'abd, 'abdul RaHman," Syad Abū al Aa'la Mavdūdy : SūanaH, Afkaar, TaHryk", P. 82,3rd Edition, Aidarah Tarjuman al Qurān (Pvt.) Ltd., Lahore, 2011)

(7) (جمیلہ، مریم، "اسلام: ایک نظریہ، ایک تحریک"، صفحہ 300، اشاعت چہارم، اعلیٰ پبلیکیشنز، لاہور، 2006ء)

(7) (Jamyla , maryam," *Aislam : ayk nazariyah, ayk taHryk*", P. 300, 4th Edition, Aa'la Publykyshanz, Lahore , 2006)

(8) (جمیلہ، مریم، "اسلام: ایک نظریہ، ایک تحریک"، صفحہ 301، اشاعت چہارم، اعلیٰ پبلیکیشنز، لاہور، 2006ء)

(8) (Jamyla , maryam," *Aislam : ayk nazariyah, ayk taHryk*", P. 301, 4th Edition, Aa'la Publykyshanz, Lahore , 2006)

(9) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟"، صفحہ 3، اشاعت بیسویں، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، 1980ء)

(9) (Mavdūdi, Syad Abū al Aa'la,*"Aislamy Hukūmat kis TaraH Qa-im hoty he?"*, P. 3, 20th Edition, Aislamik Publikishnz, Lahore ,1980)

(10) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟"، صفحہ 20-21، اشاعت بیسویں، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، 1980ء)

(10) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la,*"Aislamy Hukūmat kis TaraH qa-im hoty he? "*, P. 20-21, 20th Edition, Aislamik Publikishanz (Pvt.) Ltd., Lahore , 1980)

(11) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں"، صفحہ 7، طبع تیسویں، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، 2000ء)

(11) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, "*Qurān kiy Car Bunyadiy AiSTalaHyn*", P. 7, 30th Edition, Aslamik Publikishanz (Pvt.) Ltd., Lahore ,2000)

(12) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، صفحہ 11، طبع تیسویں، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، 2000ء)

(12) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, "*Qurān kiy Car Bunyadiy AiSTlaHyn*", P. 11, 30th Edition, Aslamk Publikishnz (Pvt.) Ltd., Lahore ,2000)

(13) (غازی، عرفان، "جماعت اسلامی: ایک المناک داستان"۔ طبع اول، ساگر پبلیکیشنز لاہور، 2016ء)

(13) (Ghazy, 'irfan ,"*Jama'at-i-Aislamy: Ayk Alamnak Dastan*". 1st Edition, Sagar Publykyshanz, 2016)

(14) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "تحریکِ اسلامی کی اخلاقی بنیادیں"، صفحہ 5، طبع بتیسویں، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، 1999ء)

(14) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, "*taHrek-i-Aislamy ky Axlaqy Bunyadyn*", P. 5, 32th Edition, Aslamik Pablykyshanz (pvt.) Ltd., 1999)

(15) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "تحریکِ اسلامی کی اخلاقی بنیادیں"، صفحہ 9-10، طبع بتیسویں، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، 1999ء)

(15) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, "*taHrek-i-Aislamy ky Axlaqy Bunyadyn*", P. 9-10, 32th Edition, Aslamik Pblykyshanz (pvt.) Ltd., 1999)

(16) (خان،وحیدالدین،"تعبیر کی غلطی"،صفحہ12۔14،طبع سوم،مکتبہ الرسالہ،نئی دہلی،1995ء)

(16) (Khan , VaHyd al Dyn,"*ta'byr ky ğalTy*", P. 12-14,3rd Edition, Maktbah al-Risalah, New Dehli, 1995)

(17) (خان،وحیدالدین،"تعبیر کی غلطی"،صفحہ21،طبع سوم،مکتبہ الرسالہ،نئی دہلی،1995ء)

(17) (Khan , VaHyd al Dyn,"*ta'byr ky ğalTy*", P. 21, 3rd Edition, Maktbah al-Risalah, New Dehli , 1995)

(18) (خان،وحیدالدین،"تعبیر کی غلطی"،صفحہ266،طبع سوم،مکتبہ الرسالہ،نئی دہلی،1995ء)

(18) (Khan , VaHyd al Dyn,"*ta'byr ky ğalTy*", P. 266, 3rd Edition, Maktbah al-Risalah, New Dehli , 1995)

(19) (خان،وحیدالدین،"تعبیر کی غلطی"،صفحہ270،طبع سوم،مکتبہ الرسالہ،نئی دہلی،1995ء)

(19) (Khan , VaHyd al Dyn,"*ta'byr ky ğalTy*", P. 270, 3rd Edition, Maktbah al-Risalah, New Dehli , 1995)

(20) (عثمانی،عامر،"وحیدالدین خان صاحب کی "تعبیر کی غلطی"،طبع اول،مکتبہ الحجاز پاکستان،کراچی،2003ء)

(20) ('usmany, 'aamir ,"*VaHyd Al Dyn Khan saHib ky "ta'byr ky ğlTy""*, 1st Edition, Maktbah al-Hijaz Pakistan, Karachi, 2003)

(21) Wikipedia- https://en.wikipedia.org/wiki/Political_Islam)

(22) (سیاسی اسلام کا تنقیدی مطالعہ۔خورشید احمد ندیم۔https://ibcurdu.com/news/103481/)

(22) (Nadym, xurshyd aHmyd, *"syasy aislam ka tanqydy muTal'a"*.

https : / / ibcurdu. com / news / 103481 /)

(23) (Nasr, Seyyed Vali Reza, "*Mawdudi and the Making of Islamic Revolution",* (New york,Oxford, Oxford University Press, 1996)

(24) (Jackson, Roy, "*Mawlana Mawdudi and Political Islam: Authority and the Islamic State",*New York: Routledge, 2011).

(25) https://www.encyclopedia.com/religion/encyclopedias-almanacs-transcripts-and-maps/political-islam

(26) (Political Islam: An evolutionary history.Nadeem F. Paracha. https://www.dawn.com/news/1139847

(27) (مودودی،سید ابوالاعلیٰ،جمع وترتیب: خلیل احمد الحامدی،"تحریک اور کارکن"،صفحہ28۔29ادارہ معارفِ اسلامی لاہور،طبع چہاردہم،2000ء)

(27) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, Compiled & Edited by: khalyl aHmad al-Hamidy, " *taHryk aūr Karkun*", P. 28-29, Aidarh Mu'arif-i-Aislamy Lahore , 14th Edition,2000)

(28) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، جمع وترتیب: خلیل احمد الحامدی، "تحریک اور کارکن"، صفحہ 34-35 ادارہ معارفِ اسلامی لاہور، طبع چہاردہم، 2000ء)

(28) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, Compiled & Edited by: khalyl aHmad al-Hamidy," *taHryk aūr Karkun*", P. 34-35, Aidarah Mu'arif-e-Aislamy Lahore , 14th Edition,2000)

(29) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "تفہیمات"، جلد سوم، صفحہ 9-10، طبع انیس، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، 2000ء)

(29) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, *"tafHiymat"* Vol:III, P. 9-10, 19th Edition, Aislamyk Pablykyshanz (pvt.) Ltd., 2000)

(30) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، خلافت وملوکیت، ص ۳۰۱، ادارۂ ترجمان القرآن لمیٹڈ لاہور۔)

(30) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la, *"Khilafat-o-Malūkyat"* , P. 301, Aidarah tarjuman al *Qurān* Ltd., Lahore.)

(31) (غلام علی، ملک، خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ، ص ۳۲، طبع اول، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۱۹۷۲ء)

(31) (ğulam Aly, Malik, *"khilafat-o-Malūkyat par a'traŻat ka tajzyah*,P. 32, 1st Edition, Aislamyc Publykyshanz Ltd.,1972)

(32) (مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہِ عمل"، صفحہ 13، طبع دہم، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور، 1982ء)

(32) (Mavdūdi, Syed Abū al Aa'la," *taHryk-i-islamy ka ā-indah la-iHa-i-'amal"*, P. 13, 10th Edition, Aislamyk publykyshanz Ltd., Lahore, 1982)